علیم ڈار۔۔۔پاکستان کا حقیقی فخر

تحریر: سہیل احمد لون

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بسنے والے 96.3 فیصد مسلمان ہیں جو محمد عربی کے امتی ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔قیام پاکستان سے لے کر اب تک اُن کی عوامی ناؤ گندی سیاست کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔جو آج جھوٹ، کرپشن، ناانصافی، اور ظلم کے وسیع سمندر میں غرق ہونے سے پہلے آخری ہچکولے کھا رہی ہے۔امت محمدی کی اگر موجودہ صورت حال دیکھیں تو ان کو آج ساری قدرتی آفات کا سامنا ہے جو آج سے پہلے کبھی حضرت شعیب، حضرت موسیٰ، حضرت صالح کی گمراہ قوموں کا نصیب بنیں۔ہم میں بھی آج وہ تمام برائیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں جو عبرت کا نشان بننے والی قوموں میں موجود تھیں۔ہم اپنے اعمال کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرا کر اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان لوگوں کو ایوانوں تک پہنچا کر اپنا استحصال کروانے میں میں ہماری آزاد منشاء بھی شامل ہے۔شاید اسی لیے مصنوعی مسائل کے ساتھ ساتھ سیلاب، ڈینگی مچھر، سونامی، آندھی طوفان، خشک سالی، قحط جیسی قدرتی آفات کا بھی سامنا ہے۔خبر رساں ایجنسیوں کی تعداد جس برق رفتاری سے بڑھ رہی ہے۔تکلیف دہ خبریں بھی اسی سبک رفتاری سے بڑھتی جا رہی ہیں۔جبرِ سلطانی اور عذاب الٰہی کا شکار عوام کسی اچھی خبر کو ترس جاتے ہیں۔میڈیا الیکٹرانک ہو یا پرنٹ محظوظ کرنے والی خبر نشر کرے تو اس کا منبع پاکستان کی بجائے کوئی اور ملک ہی ہوتا ہے۔شاید ان کو بھی پورے پاکستان میں کوئی اچھی چیز نظر نہیں آتی جس کو وہ اپنی خبروں کی زینت بنا سکیں۔آٹے میں نمک کی مقدار چاہے کتنی کم ہی کیوں نہ ہو مگر اس کا اثر محسوس ضرور کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح لاکھ برائیوں اور بری خبروں میں کبھی اگر کوئی ایک اچھی خبر بھی آ جائے تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ماتم کدہ میں موجود متاثرہ لوگوں میں اچانک کوئی معصوم بچہ اپنی معصوم شرارات سے ان سب کو کچھ دیر کے لیے غموں کے سمندر سے نکال کر چہروں پر تبسم بکھیرنے پر مجبور کر دے۔اسی طرح تذبذب، پریشانی اور مایوسی کی خبروں میں خوشی کی ایک خبر نشر کی گئی" پاکستان کے علیم ڈار کو لگاتار تیسری بار آئی سی سی نے بیسٹ امپائر آف دی ایئر کے ایوارڈ سے نوازہ گیا"۔بلاشبہ یہ پوری قوم کے لیے ایک بڑی خوشی کی خبر تھی جس سے ہر پاکستانی کا سر فخر سے بلند ہوا اور پاکستان کا نام روشن......!اس ایوارڈ کے بعد جب علیم ڈار سے کولمبو رابطہ کیا گیا جہاں پر وہ آسٹریلیا اور سری لنکا کی ٹیموں کے مابین سیریز سپر وائز کر رہے تھے۔انہوں نے اس کامیابی کو پوری قوم کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیا۔اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس شعبہ میں جب سے قدم رکھا ہے اس کو پوری دیانتداری سے نبھانے کی کوشش کی ہے۔بلاشبہ وہ اپنی محنت، لگن، شعبے میں پیشہ وارانہ مہارت اور ایمانداری سے آج وہ اس مقام پر ہیں جہاں ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اپنے ہنر میں ماہر اور دیانتداری کا مجسم علیم ڈار ایک دہائی سے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہے۔اس دوران انہوں نے تقریباً ڈیڑھ سو ایک روزہ بین الاقوامی میچز جس میں 2007ء کے ورلڈ کپ کا فائنل اور 2011ء ورلڈ کپ کا فائنل بھی شامل ہیں، 70 ٹیسٹ میچز جن میں آسٹریلیا اور انگلینڈ کے مابین کھیلے جانے والی مقبول ایشز بھی شامل ہے،اس کے علاوہ تقریباً 21 میچز T20 بشمول 2007ء کے T20 فائنل جس میں انہوں نے امپائرنگ کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔اُن کے فیصلوں کے طلسم کے آگے بڑے بڑے

کرکٹ کے سامری بازی ہار گئے۔خاص طور پر آسٹریلیا کے سابق کپتان رکی پونٹنگ جو گراؤنڈ میں اکثر اپنے آپ کو امپائر کے درجے پر بھی فائز کر لیتے ہیں۔ایشز کے دوران اس نے علیم ڈار صاحب کے جس فیصلے کو بھی چیلنج کیا اس کو منہ کی کھانی پڑی اور پھر اتنا سحر زدہ ہوا کہ سیریز میں علیم ڈار کے فیصلے کو چیلنج کرنے سے پہلے اپنے دیگر ساتھیوں سے مشورہ لینا ضروری سمجھنے لگا۔ان کے فیصلوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ اور دماغ کو جدید ٹیکنالوجی کی سہولیات سے لیس کیا ہوا ہے۔ان کے کئی فیصلوں کو تو کرکٹ کے مبصرین اور ناقدین نے نا صرف سراہا بلکہ حیران بھی کر دیا کہ کیسے ایک انسانی آنکھ اور دماغ اتنے کم وقت میں اتنا اچھا فیصلہ کر سکتا ہے۔ورلڈ کپ 2011ء میں ان کے فیصلوں کو 15 بار چیلنج کیا گیا مگر ہر بار اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو کیا۔بیٹسمین کو آوٹ دینے کے لیے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کبھی استعمال نہیں کی بلکہ بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھاتے ہیں تاکہ کبھی غلطی سے بھی شہادت کی انگلی غلط فیصلے میں استعمال نہ ہو جائے۔پاکستان کی ٹیم تو کچھ عرصہ سے تنازعات کا شکار ہے۔شاید اسی وجہ سے حالیہ آئی سی سی ایوارڈز میں صرف عمر گل واحد پاکستانی کھلاڑی ہیں جو ورلڈ الیون میں جگہ بنا سکیں ہیں۔اس کے علاوہ کسی کھلاڑی کے حصے میں کوئی ایوارڈ نہیں آیا۔آئی سی سی جسے اب عرف عام میں انڈین کرکٹ کونسل بھی کہا جانے لگا ہے۔اس آئی سی سی سے کسی پاکستانی کا ایوارڈ حاصل کرنا...... کتا کے منہ سے ہڈی چھیننے کے مترادف ہے۔انڈین نواز آئی سی سی نے پاکستانیوں کے ساتھ ناروا سلوک بھی رکھا ہے۔مگر علیم ڈار نے اپنی انفرادی محنت، ایمانداری اور باکمال کارکردگی سے آئی سی سی کو تیسری بار لگاتار ایوارڈ دینے پر مجبور کر دیا۔کرکٹ میں اگر ٹیکنالوجی پہلے سے متعارف کروائی جاتی تو شاید ان کے ایوارڈز کی تعداد تین سے بھی زیادہ ہوتی۔محمد یوسف پاکستان کے وہ آخری کھلاڑی تھے جن کو آئی سی سی کی طرف سے 2007ء میں بیسٹ ٹیسٹ پلیئر آف دی ائیر اور وزڈن پلیئر آف دی ایئر کا ایوارڈ ملا۔اس کا صلہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے یہ دیا کہ ان کو کرکٹر کے بجائے ممی کی شکل میں حنوط کر کے کرکٹ بورڈ کے میوزیم میں رکھ لیا۔شکر ہے کہ امپائیرنگ کے شعبے میں اعجاز بٹ صاحب کا کوئی عمل دخل نہیں ورنہ آج علیم ڈار صاحب بھی محمد یوسف کے ساتھ ممی کی شکل میں کھڑے ہوتے۔کسی بھی کام کی کامیابی کے لیے فن میں مہارت، محنت، لگن، جوش اور جذبہ کے ساتھ ساتھ ایمانداری کا عنصر بھی ہونا لازمی ہے۔اگر دیانتداری کا عنصر منفی کر دیں تو دعائیں بھی اثر نہیں کرتیں۔علیم ڈار صاحب اگر ہنر اور ایمانداری کا امتزاج بن کر ہمارے لیے باعث افتخار ہو سکتے ہیں تو باقی شعبہ جات میں بھی اگر حقدار اور قابل لوگوں کو موقع دیکر ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جائے تو ہر شعبے میں ہماری کارکردگی مثالی ہو سکتی ہے۔ترقی کی شاہراہ پر کامیابی کی گاڑی چلانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے دل کے کلچ پر دباؤ حسب ضرورت رکھیں، دماغ کے بریک مضبوط ہوں، غصہ کی سپیڈ کو کنٹرول میں رکھیں، اپنی طرف کے ٹائر اونچے اور اعلیٰ درجے کے ہوں تاکہ خیالات کی ٹیوب پنکچر نہ ہو، آنکھوں کی ہیڈ لائٹس میں خلوص کی روشنی ہو، اپنی طبیعت کی ڈگی کو وسیع اور مضبوط رکھنا ہوگا، اپنی زبان کے سپیڈو میٹر میں مٹھاس کی سوئی لگانا ہوگی، ان سب چیزوں کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے پاس خوش اخلاقی اور ایمانداری کا لائسنس ہو۔ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ ملکی نظام ہو یا کوئی ادارہ اس کو چلانے والے اس کے اہل نہیں، اگر وہ اہل اور قابل ہیں تو محنتی نہیں، اگر محنتی ہیں تو اپنے شعبے سے مخلص اور وفادار نہیں...... کیونکہ جب بھی فیصلہ لینے کی گھڑی آتی ہے تو وہ اکثر اپنے ذاتی مفادات کو ملحوظ نظر رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔علیم ڈار صاحب فیصلہ لیتے وقت اپنی تمام تر مہارت کو

بروئے کارلا کر صرف ایمانداری کو بنیاد بناتے ہیں اسی وجہ سے خدا ان کو سرخرو بھی کرتا ہے۔ ہمارے ملک میں اگر سب اسی فارمولے پر عمل پیرا ہو جائیں تو بہت جلد ہم دنیا میں ایک مثالی قوم بن کر ابھر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مصنوعی اور قدرتی آفات سے بھی محفوظ رہیں گے۔ پھر یقیناً میڈیا کو بھی بری خبر تلاش کر کے نشر کرنے میں اتنی ہی محنت کرنا پڑے گی جتنی آج کل اچھی خبر ڈھونڈنے میں کی جاتی ہے۔

sohailloun@gmail.com

سربٹن۔ سرے